اقوال زریں

ارسطو

- تہذیب کا آغاز اس وقت ہوا جب کسی نے غصے میں آ کر پتھر کی بجائے لفظ سے وار کیا۔
- لذت کی خاطر برائی نہ کر، لذت ختم ہوجائے گی گناہ باقی رہے گا۔

نئی حکومت سے عوام کی توقعات

خواجہ عبدالمنتقم

جائزہ

جون میں بننے والی نئی حکومت سے، خواہ کوئی بھی جماعت برسر اقتدار آئے، اس سے ملک کا عوام مندرجہ ذیل توقعات رکھتا ہے:

☆ ہر آئینی عہدے پر فائز ہونے والا شخص اپنا عہدہ سنبھالتے وقت یہ حلف لیتا ہے یا اقرار صالح کرتا ہے (جس کی عبارت بہ اعتبار عہدہ قدرے مختلف ہوسکتی ہے) کہ وہ بھارت کے آئین پر جو قانون کے مطابق طے پایا ہے، اعتقاد رکھے گا اور اس کا وفادار رہے گا، بھارت کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت کو برقرار رکھے گا، باضابطہ اور وفاداری کے ساتھ اپنی پوری قابلیت، علم، قوت فیصلہ سے بلا خوف یا رعایت، شفقت یا عناد اپنے عہدے کے فرائض انجام دے گا اور ملک کے عوام کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے گا اور حتی المقدور آئین اور قوانین کو برقرار رکھے گا۔

یہ حلف یا اقرار صالح کسی رسمی نوعیت کا نہیں۔ اگر کوئی آئینی عہدیدار اپنے اس حلف کے مطابق کام رہائے منصبی انجام نہیں دیتا تو سمجھے کہ وہ اس عہدے کا حقدار نہیں۔ ہر شخص کی ذاتی فکر پر کوئی بھی سوچ ہوسکتی ہے لیکن ہر عہدیدار کی سوچ سو فیصد متذکرہ بالا حلف یا اقرار صالح کے مطابق ہونی چاہیے۔ ویسے بھی جب وہ کسی ذمہ داری کے عہدے پر فائز ہوجاتا ہے تو اس کے خیالات میں تبدیلی آنا لازمی ہے۔ صرف یہی نہیں آدمی کے اپنے مذہب تک کے بارے میں خیالات بدل جاتے ہیں۔ کسی ایک موقع پر کہی ہوئی کسی بات کے حوالے سے کسی کی شخصیت یا کھل انداز نہیں لگایا جاسکتا۔ کسی کی شخصیت کو totality in آنکا جانا چاہیے یعنی مجموعی طور پر۔ یہ مانا کہ ہمارا ماضی ہمارے مستقبل کے حوالے سے ایک مدرستے کا کام کرتا ہے اور اگر ہم اپنے ماضی کے جھروکوں میں جھانکیں تو ہمارے علم میں ایسی بہت سی باتیں آئیں گی جو ہمیں ناپسند یا ناگوار ہوں اور یہ بھی مانا کہ انہیں بھلانا آسان کام نہیں لیکن اگر ہمیں اپنے ملک کا امن وامان قائم رکھنا ہے اور عوام کے مابین میل جول اور محبت کا ماحول پیدا کرنا ہے تو اس طرح کی باتوں کو بھلانا ہی ہوگا۔ ہمیشہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر ہمارے تئیں کوئی فرد یا جماعت کوئی غلط رائے قائم کرتی ہے تو ہم اپنے بہتر اخلاق کے ذریعہ یہ ثابت کریں کہ ایسا نہیں ہے۔ آج کے اس مہذب دور میں اینٹ کا جواب اینٹ سے دینا نہ تو قرین مصلحت ہے اور نہ ہی ایک جائز طریقہ۔ مانا کہ دنیا کے کچھ ممالک میں تو اینٹ توا ینٹ پھلوں کا جواب بھی پتھر سے دیا جارہا ہے۔ ہم نے اپنی انگریزی کتاب Hindu Muslim Unity and LoveforIndia میں واضح طور پر بغیر کسی لاگ لپیٹ کے یہ لکھا ہے کہ اہل علم ودانش کو ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن ترازو کے جھکاؤ ہمیشہ محبت اور باہمی یگانگت کی جانب ہی ہوگا۔

☆اب کوئی گلشن نہ اجڑے اب وطن آزاد ہے۔ انہمادی کارروائی کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ اگر کوئی بھی عمارت غیر قانونی طریقے سے بنائی گئی ہے تو قانونا عمارت غیر قانونی طریقے سے بنائی گئی ہے تو خواہ وہ کسی مجرم نے بنائی ہو یا کسی عام آدمی نے، انہمام صرف مجرم کی عمارات یا کسی خاص علاقے تک ہی کیوں محدود ہو؟ اس انہمادی کارروائی کا دائرہ اتنا وسیع ہونا چاہیے کہ کوئی بچنے نہ پائے خواہ اس کا تعلق کسی بھی علاقے یا کسی بھی طبقے سے ہو۔ اس ضمن میں ایک نیا قانون بنانے یا موجودہ تعزیری قانون میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے جس میں واضح اس کا انہمام جائز ہے مگر سوال یہ ہے کہ اسے بننے کیوں دیا گیا اور اگر کوئی عمارت غیر قانونی طریقے سے بنائی گئی ہے تو خواہ وہ کسی مجرم نے بنائی ہو یا کسی عام آدمی نے، انہمام صرف مجرم کی عمارات یا کسی خاص علاقے تک ہی کیوں محدود ہو؟ اس انہمادی کارروائی کا دائرہ اتنا وسیع ہونا چاہیے کہ کوئی بچنے نہ پائے خواہ اس کا تعلق کسی بھی علاقے یا کسی بھی طبقے سے ہو۔ اس ضمن میں ایک نیا قانون بنانے یا موجودہ تعزیری قانون میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے جس میں واضح طور پر یہ توضیح کی جائے کہ کیا انہمادی کارروائی کسی بھی مجرم کو سزا دینے کا واحد راستہ ہے یا اس کے اور متبادل بھی ہوسکتے ہیں۔ انہمادی کارروائی صرف متعلقہ شخص کا ہی نقصان نہیں بلکہ اس نے جو سرمایہ لگایا ہے وہ ملک کا سرمایہ ہے۔ اس طرح انہمادی کارروائی اس شخص کے ساتھ ساتھ ملک کی معیشت پر ضرب کاری ہے۔

☆سرکاری نوکریوں بشمول مقابلہ جاتی امتحانات میں بروقت بھرتی کے لیے تمام ایجنسیوں بشمول یونین سروس کمیشن کو ایسا طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیے کہ اس میں کم سے کم وقت لگے۔ سالوں کا کام مہینوں میں کیا جانا چاہیے۔

☆ کچھ عرصے سے ایسے معاملات میں برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے جن میں ایک طویل مدتی قانونی کارروائی کے بعد مجرم بے گناہ ثابت ہوجاتا ہے اور جب وہ جیل سے باہر آتا ہے تو وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے اتنا ٹوٹ جاتا ہے کہ وہ کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ایسے معاملات میں اسے باعزت زندگی گزارنے کے لیے معقول معاوضہ دیا جانا اور دیگر مالی و دیگر سہولیات مہیا کرائی جانی چاہئیں اور جن لوگوں نے اسے غلط طریقے سے کسی معاملے میں پھنسایا ہو تو انہیں بھی سخت سے سخت سزا دی جانی چاہیے۔

> کچھ عرصے سے ایسے معاملات میں برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے جن میں ایک طویل مدتی قانونی کارروائی کے بعد مجرم بے گناہ ثابت ہوجاتا ہے اور جب وہ جیل سے باہر آتا ہے تو وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے اتنا ٹوٹ جاتا ہے کہ وہ کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ایسے معاملات میں اسے باعزت زندگی گزارنے کے لیے معقول معاوضہ دیا جانا اور دیگر مالی و دیگر سہولیات مہیا کرائی جانی چاہئیں اور جن لوگوں نے اسے غلط طریقے سے کسی معاملے میں پھنسایا ہو تو انہیں بھی سخت سے سخت سزا دی جانی چاہیے۔...کسی بھی ملک کا قانون وہاں کے عوام کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی قانون بناتے وقت متعلقین کے جذبات کا خیال رکھا جانا چاہیے۔

☆ کسی بھی ملک کا قانون وہاں کے عوام کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی قانون بناتے وقت متعلقین کے جذبات کا خیال رکھا جانا چاہیے اور کوئی بھی قانون پارلیمنٹ میں مکمل بحث کے بعد ہی بنایا جانا چاہیے۔

☆سرکاری نوکریوں بشمول مقابلہ جاتی امتحانات میں بروقت بھرتی کے لیے تمام ایجنسیوں بشمول یونین سروس کمیشن کو ایسا طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیے کہ اس میں کم سے کم وقت لگے۔ سالوں کا کام مہینوں میں کیا جانا چاہیے۔

☆ پیچ کینٹی اور رنگتا تھر مشر کمیشن کی رپورٹوں کو سرد خانے سے نکال کر انہیں سورج کی روشنی دکھانے کے بعد جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جانا چاہیے۔ ہر دور میں ان رپورٹوں کا ذکر تو ہوتا رہا مگر عمل ندارد۔

☆ بین الاقوامی قانون اور آداب سفارت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہ صرف پڑوسی ممالک سے بلکہ تمام ممالک سے بہتر سفارتی تعلق رکھنے کی ضرورت ہے۔ اپنے سے چھوٹے پڑوسی ممالک کے حوالے سے ہمیں برادرانہ کردار کا رول ادا کرنا چاہیے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہماری یہ توقع بھی جائز ہے کہ برادران اصغر بھی برادر اکبر کا احترام کریں۔ دو ہم دو برادران اکبر (بھارت اور چین) کو رشتۂ مساوات نبھانے کی ضرورت ہے۔

☆ باقی اقتصادی، سماجی و قانونی معاملات میں جیسے ریزرویشن، عدلیہ کا احترام، سوشل میڈیا پر نظر رکھنا، نفرت آمیز تقاریر اور غیر شائستہ و غیر پارلیمانی زبان استعمال نہ کرنے سے متعلق سپریم کے طے کردہ خطوط پر ایمانداری عمل درآمد، فسادات کو روکنے سے متعلق قانون، اقلیتی کو دی جانے والی سہولیات کی بحالی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی، قومی اقلیتی کمیشن کو آئینی درجہ دینے اور اقلیتی تعلیمی اداروں کے قومی کمیشن کو مزید فعال بنانے، نئی قومی تعلیمی پالیسی، مدارس و دیگر اقلیتی و عوام دوست امور وغیرہ کی بابت مثبت و بروقت فیصلے لینے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ سماج کا ہر طبقہ مطمئن رہے۔

(مضمون نگار ماہر قانون، آزاد صحافی، مصنف، سابق بیورکریٹ و بین الاقوامی ادارہ برائے انسانی حقوق سوسائٹی کے تاحیات رکن ہیں)

amkhwaja2007@yahoo.co.in

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

پھر کھلا ہے درعدالت ناز

مقنّنہ

انتظامیہ اور عدلیہ کو ریاست کے تین اہم ستون کہا جاتا ہے۔ حکومت کی رٹ قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ ستون انسانی آزادی، جمہوری حقوق، سماجی انصاف اور امن وامان کے ضامن ہوتے ہیں۔ ان تینوں کی اپنی اپنی منفرد شناخت اور الگ الگ دائرۂ کار ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستان جنت نشان میں آج ایسا محسوس ہورہا ہے کہ یہ تینوں ستون ایک دوسرے میں ضم ہوکر اپنی انفرادی شناخت گم کر چکے ہیں۔ یا اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان تینوں کے اشتراک عمل سے ’جمر کی حکومت‘ قائم ہوگئی۔ حکومت مقننہ کو اپنی مرضی کے مطابق قوانین تو استعمال کرنے کا بدیہی حق رکھتی ہے لیکن اس نے انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات بھی اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔ انتظامی آئینی ادارے آئین کی صراحت کے مطابق کام کرنے کے بجائے حکومت کے اشارہ چشم وابرو پر رحمال ڈالے ہوئے ہیں تو عدلیہ بھی ان سے پیچھے نہیں ہے۔ ملک کی اعلیٰ عدالت ہو یا ریاستوں کے ہائی کورٹ وہاں منصاف انصاف پر تمتمکن عزت مآب جج صاحبان کے قلم نارہ شگاف سے حالیہ دنوں نکلنے والے فیصلے حکومتی پالیسی اور بیانات کی توثیق کررہے ہیں۔ یہ فیصلے تنازع کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اعتماد کو بھی متزلزل کررہے ہیں۔ باری سمجھ کی شہادت کے مقدمہ کا فیصلہ ہو یا نوٹ بندی کو قانونی ٹھہرانے جانے کی بات ہو یا پھر کشمیر کو مہذب لغت کرتے ہوئے اس کے خصوصی درجہ کو ختم کیے جانے کا معاملہ ہو یا پھر طلاق ثلاثہ ہو یا پھر سرکاری مالا مندر میں خواتین کے داخلہ پر پابندی کا معاملہ ہو، یہ تمام فیصلے بظاہر ازاد عدلیہ کے قانون و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دیے ہیں لیکن ان فیصلوں نے براہ راست یا بالواسطہ طور پر حکومتی پالیسیوں اور حکمراں سیاسی جماعتوں کے بیانات اور اعلانات کی توثیق ہی کی ہے۔ یہ یقین اس وقت اور مستحکم ہوجاتا ہے جب فیصلہ دینے والے عالی مرتبت جج صاحبان پر بعد از سبکدوشی کھوتی نوازشات کی بارش ہونے لگتی ہے۔ چشم خلق نے تو کئی ماہ پیش جج صاحبان کو فیصلوں کی سیڑھی سے ہوتے ہوئے اقتدار کی مسند پر بھی جلوہ افروز دیکھا ہے۔

تقدس کے نادیدہ حصار میں قلعہ بند عدلیہ کے فیصلوں پر قیل وقال کی بھرمار کوئی انہونی نہیں ہوتی ہے۔ اس کا رگہ شیشہ گری میں سانس بھی آہستہ لینا پڑتا ہے کہ کہیں کسی آبگینہ کو ٹھیس نہ لگ جائے لیکن یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ان فیصلوں کی وجہ سے معاشرہ کے ایک بڑے طبقہ میں محرومی، مایوسی اور قانون وانصاف سے وابستہ امیدیں دم توڑنے لگی ہیں۔ کبھی مفاد عامہ کی عرضی کی کوکھ سے پھوٹنے والے فیصلے سماجی انصاف کے سوتے خشک کرنے کا سبب بنتے ہیں تو کبھی حکم امتناعی کی تلوار سے مساوی مواقع کی گردن زنی کردی جاتی ہے۔

ایسا ہی ایک فیصلہ آج بدھ کو کلکتہ ہائی کورٹ کے عالی مرتبت جج صاحبان کی نوک قلم سے صادر ہوا ہے۔ جسٹس تپ برتا چکرورتی اور جسٹس راج شیکھر منتھا کی دویژن بنچ نے مفاد عامہ ایک عرضی پر برسوں کی سماعت کے بعد انتخابی بنگاموں کے دوران مغربی بنگال میں 2010 سے اب تک جاری ہونے والے اوبی سی سرٹیفکیٹ کو غیر قانونی قرار دیا ہے۔ منصفان ذی شان کا یہ فیصلہ مغربی بنگال کے پسماندہ طبقات (درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے علاوہ) (مومر اور اور پسوں میں اسامیوں کے ریزرویشن) ایکٹ 2012 کی بعض دفعات کو چیلنج کرنے والی ایک عرضی پر آیا ہے۔ فیصلہ کا دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اس غیر قانونی ’اوبی سی سرٹیفکیٹ سے فیض اٹھا کر ملازمت کرنے والوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ ان کی ملازمت اور اس سرٹیفکیٹ سے حاصل ہونے والے فوائد قانوناً سمجھے جائیں گے۔

مغربی بنگال حکومت کا یہ ایک اوبی سی کو سرکاری دفاتر میں ریزرویشن کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس طرح کا ایکٹ اور قوانین مختلف ریاستوں میں مختلف نام سے نافذ العمل ہیں اور ان کا مقصد ملک میں پسماندہ ذاتوں کے ساتھ ہونے والی تاریخی ناانصافیوں کو دور کرنا اور پسماندہ طبقات کو ترقی کے مساوی مواقع فراہم کرنا ہے کیونکہ ہر عام طور پر ان کو روکنے کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو صدیوں سے وسائل اور ذرائع تک مشترکہ رسائی رکھتے ہیں۔ حکمراں جماعت ریزرویشن کے اس نظام کو ختم کرنے کے درپے ہے اور چار پولوک سبھا انتخاب کے دوران اس کے قائدین بشمول وزیر اعظم نریندر مودی اپنی تقریروں میں ریزرویشن ختم کیے جانے کے عزم کا اعلان کررہے ہیں۔ اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اس فیصلہ کے اسباب وعلل کی تلاش بے جا ہے اور اس کی مزید صراحت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے ہائی کورٹ کے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اوبی سی پر لاگو کیا جائے گا۔ فیصلہ آنے کے بعد ممتا بنرجی نے بجا کہا ہے کہ وزیر اعظم مودی مسلسل یہ کہہ رہے ہیں کہ ریزرویشن چھین لیا جائے گا لیکن آئین کے مطابق وہ اس کی، یا کسی اوبی سی ریزرویشن کو چھینا نہیں سکتے ہیں، اس لیے یہ شرارتی لوگ (بی جے پی) ایک کام ایجنسیوں کے ذریعے کروا رہے ہیں۔

کلکتہ ہائی کورٹ کا یہ کیڈر الزام وہ فیصلہ کمیشن بے عدالت عظمیٰ کی چھتری سے گزارا جائے لیکن فی الوقت تو اس نے حکمراں جماعت بجارتیہ جنتا پارٹی کے پالیسی بیان کی توثیق کرنے کے ساتھ ساتھ مغربی بنگال کے لاکھوں پسماندہ افراد کی آرزوؤں کا خون کرنے کا لا ہے۔

پھر کھلا ہے در عدالت ناز
گرم بازار فوجداری ہے

edit2sahara@gmail.com

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟

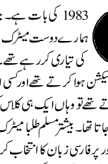

زین شمسی

بازگشت

یہ 1983 کی بات ہے۔ جب ہم اور ہمارے دوست میٹرک کے امتحان کی تیاری کررہے تھے۔ اس وقت میٹرک میں دو سیکشن ہوا کرتے تھے اور کسی اسکول میں زیادہ بچے ہوتے تھے تو وہ اپنا ایک نیا کلاس کو کئی سیکشن میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔ بیشتر مسلم طلبا میٹرک میں ایک سیکشن کے طور پر فارسی زبان کا انتخاب کرتے تھے۔ اس کی دو وجہ تھی، ایک تو یہ کہ اردو کی بنیاد میں فارسی زبان کا بڑا حصہ تھا اور اس وقت فارسی زبان پڑھانے والے بہترین استاد بھی ہوا کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ فارسی کے انتخاب سے نمبرات زیادہ آتے تھے اور فرسٹ ڈویژن یقینی ہوجایا کرتی تھی۔ اسی لیے فارسی کی اہمیت تھی اور تقریباً تمام اسکولوں میں فارسی ایک سبجیکٹ کے طور پر ضرور تھی۔ گلستان سعدی اور بوستان سعدی کو طلبا بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتے تھے۔ شاہ نامہ فردوسی کے قصے اور یہاں تک کہ کلیلہ ودمنہ جو پنچ تنتر کا ترجمہ تھا اسے بھی بڑے انہماک سے باسٹر صاحب پڑھایا کرتے۔ حافظ کی شاعری اور خیام کی رباعیات سے لوگوں کو آشنائی تھی، چونکہ ماحول تھا تو فارسی کا تو ہمیں بہترین اردو کا بھی رواج تھا۔ میں اس معاملہ میں بدقسمت ثابت ہوا کہ پورے ضلع اسکول میں داخلہ کراتے ہوئے میرے مرحوم ایس ڈی او چچا نے مجھے فارسی کی جگہ اٹکا کس پڑھنے پر مجبور کیا، ان کا کہنا تھا کہ فارسی کا کوئی اسکوپ نہیں ہے۔ اب اس زمانے میں اکنامکس پڑھو گے تو کئی فائدے ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے جن پریوں کی کہانیاں اپنے پاس بلاتی تھیں اور شاعری اور رومانس میں مجھے کافی دلچسپی تھی، اس لیے میٹرک کے بعد میں نے آئی ایس سی میں ایڈمیشن تو لے لیا لیکن ابن صفی کے جاسوسی ناول کو پڑھنا نہیں بھولا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سائنس سے میری عدم دلچسپی بڑھتی گئی اور بی اے میں داخلہ کے لیے میں نے نعلی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں فارم بھر دیا۔ جس طرح مصر کو نیل ندی کی دین کہا جاتا ہے، میرے گاؤں کو اے ایم یو کی دین کہہ سکتے ہیں۔ میرے بھائیوں نے میرا فارم بھرا تو اس میں فارسی کو بھی متبادل کے طور پر رکھا۔ اب بدقسمتی یہ ہوئی کہ اسے ایم یو میں میرا داخلہ فارسی میں ہی ہوگیا۔ لوگوں نے مذاق بنایا، پڑھو فارسی بیچو تیل۔ تیل تو نہیں بیچنا پڑا، لیکن دوران طالب علمی فارسی نے تیل خوب نکالا۔ اپنے استاذ گرامی پروفیسر نصیر احمد اور ہشمی طہرانی سے ہم نے فارسی سننی شروع کی اور مجھے مزہ آنے لگا۔ مزہ میں اضافہ تب ہوا جب ایران کے ذریعہ ہی اسکالرشپ کا اعلان ہوا۔ اس اعلان میں میں نے کامیابی حاصل کی جس کے نتیجے میں تین سال تک مجھے ہوسٹل فیس اور میس بل سے نجات مل گئی۔ یعنی میں اسکالرشپ کے زور پر اپنا گریجویشن مکمل کر پایا۔ تاہم تیسرے سال میں نے فارسی آنرس کی جگہ اردو آنرس لے لیا اور اس طرح اردو کا طالب علم کہلایا لیکن دو سال میں نے فارسی خوب پڑھی۔ اسی وجہ کر یہ اہمیت کو سب نے تسلیم کیا۔ ہوا یہ کہ ہندوستان کے سب سے مشکل ترین مقابلہ جاتی امتحان آئی اے ایس میں عامر سبحانی ٹاپ کر گئے۔ پتہ چلا کہ اس امتحان میں انہوں نے جس سبجیکٹ کا انتخاب کیا تھا، اس میں جنرل نالج کے ساتھ اسٹیٹس اور فارسی کا سبجیکٹ تھا۔ گویا فارسی نے آئی اے ایس امتحان میں جھنڈے گاڑ دیے۔ طلبا کو امید بندھی کہ اگر فارسی کا انتخاب کیا جائے تو آئی اے ایس کریک ہوسکتا ہے۔ اس لیے طلبا فارسی کی طرف راغب ہوئے، مگر انہوں نے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کہ اسٹیٹس بھی اسکورنگ سبجیکٹ ہے اور عامر سبحانی نے دونوں سبجیکٹ کا کامبو بنایا تھا، اس لیے وہ ٹاپ کر گئے، لیکن ایک زمانہ آئی اے ایس کے امتحان میں لوگوں نے فارسی کو ترجیح دی۔

> اب اردو آبادی اردو سے بھی اسی طرح ناآشنا ہورہی ہے جیسے ایک وقت میں فارسی سے ہوئی۔ اردو کے انٹلیکچوئل اگر وہ واقعی ہیں تو انہیں ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے، وہ ایک دوسرے کو جواہل کہہ کر اپنی ذمہ داری پوری کررہے ہیں۔ اردو کے خاتمہ پر ان کی نظر ضرور ہے لیکن اس کے بچاؤ کے لیے ان کے پاس کوئی حکمت عملی نہیں ہے۔ ہمیں اس بات پر توجہ دینی ہی ہوگی کہ نہیں اسکولی سطح پر اسے رواج دینا ہے اور سرکار سے اس کے لیے لڑنا ہے۔ ورنہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور پڑھے لکھے کو فارسی کیا کا محاورہ بھی ہم نہیں بچا پائیں گے کیونکہ نہ ہی فارسی رہی اور نہ اس کے پڑھنے والے اور اگلے دس سال میں یہی حال اردو کا بھی ہونا ہے۔

اب اردو آبادی اردو سے بھی اسی طرح ناآشنا ہورہی ہے جیسے ایک وقت میں فارسی سے ہوئی۔ اردو کے انٹلیکچوئل اگر وہ واقعی ہیں تو انہیں ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے، وہ ایک دوسرے کو جواہل کہہ کر اپنی ذمہ داری پوری کررہے ہیں۔ اردو کے خاتمہ پر ان کی نظر ضرور ہے لیکن اس کے بچاؤ کے لیے ان کے پاس کوئی حکمت عملی نہیں ہے۔ ہمیں اس بات پر توجہ دینی ہی ہوگی کہ نہیں اسکولی سطح پر اسے رواج دینا ہے اور سرکار سے اس کے لیے لڑنا ہے۔ ورنہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور پڑھے لکھے کو فارسی کیا کا محاورہ بھی ہم نہیں بچا پائیں گے کیونکہ نہ ہی فارسی رہی اور نہ اس کے پڑھنے والے اور اگلے دس سال میں یہی حال اردو کا بھی ہونا ہے۔

ساتھ کئی طرح کی ترجیحات رکھتی ہے، جس میں کلچر کو اہم مقام حاصل ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی کی تہذیب کو مجروح کرنا ہے تو اس سے اس کی زبان چھین لو۔ فارسی کے خاتمہ کا سب سے زیادہ اثر اردو پر پڑا۔ یقیناً اردو کمزور ہوئی۔ طلبا کو پتہ ہی نہیں کہ اردو کے کون سے الفاظ فارسی سے متعار لیے گئے ہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ بی اے اور ایم اے کے طلبا کو یہ پتہ نہیں ہے کہ اردو کی اسکرپٹ کیا ہے؟ اردو اب فارسی کی راہ پر نکل چکی ہے۔ اسے بھی پرائمری اور سیکنڈری مرحلے سے کنارہ کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ اخبار میں ہندی کو لازمی زبان قرار دے کر اردو کا کاٹ سے بھی نکال دیا جارہا ہے۔ اب اردو آبادی اردو سے بھی اسی طرح ناآشنا ہورہی ہے جیسے ایک وقت میں فارسی سے ہوئی۔ اردو کے انٹلیکچوئل اگر وہ واقعی ہیں تو انہیں ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ ایک دوسرے کو جواہل کہہ کر اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ اردو کے خاتمہ پر ان کی نظر ضرور ہے لیکن اس کے بچاؤ کے لیے ان کے پاس کوئی حکمت عملی نہیں ہے۔ اردو اپنے خاتمہ کی طرف گامزن ہے۔ ہم یہ کہہ کر مطمئن نہیں ہوسکتے تھے، یہ اپنا رابطہ تلاش کررہی ہے۔ ہمیں اس بات پر توجہ دینی ہی ہوگی کہ نہیں اسکولی سطح پر اسے رواج دینا ہے اور سرکار سے اس کے لیے لڑنا ہے۔ ورنہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور پڑھے لکھے کو فارسی کیا کا محاورہ بھی ہم نہیں بچا پائیں گے کیونکہ نہ ہی فارسی رہی اور نہ اس کے پڑھنے والے اور اگلے دس سال میں یہی حال اردو کا بھی ہونا ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی ہیں)

drzainshamsi@gmail.com

جمعہ کے خطبہ میں حج کو موضوع بنائیں

مکرمی!

تمام ائمہ مساجد، اساتذہ مدارس، دینی تنظیموں اور ملی اداروں کے ذمہ داران، علمائے کرام وفقیہان عظام، دانشوران قوم وملت اور سیاسی وسماجی خدمت گار حضرات حج کی فضیلت واہمیت کو اپنی تقاریر خطبات اور خصوصی مجالس میں لوگوں کے سامنے اجاگر کریں اور حج سے متعلق معلومات کی تشہیر کریں۔ جو حاجی رواں سال حج کیلئے جارہے ہیں، انہیں حج کے بارے میں پوری شرعی معلومات فراہم کریں، تاکہ حاجیوں کا حج درست طریقے سے ادا ہوسکے۔ اس عمل سے آپ بھی حاجیوں کے ثواب میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں اللہ نے دولت وثروت کی نعمت سے نوازا ہے، انہیں حج کی ادائیگی کی طرف رغبت دلانے سے ان شاء اللہ اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ حج زندگی کا اہم فریضہ ہے اور جب حج فرض ہوجاتا ہے تو ذمہ میں قرض ہوجاتا ہے جس طرح دنیاوی قرض ادا نہ کرنے والا آخرت میں ماخوذ ہوگا، اسی طرح فریضہ حج کی ادائیگی میں نال مٹول کرنا یا ادائیگی کی فکر نہ کرنا عذاب الٰہی ماخوذ کا سبب ہوسکتا ہے۔ حج دراصل مالی اور جسمانی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ حج سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے کہ جنت کی بشارت دنیا میں ہی دے دی گئی ہے۔ حاجی حج کے بعد گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ دودھ پیتے والا بچہ۔ حج کے بعد عمر میں برکت ہوتی ہے اور رزق میں کشادگی کی دولت بھی ملتی ہے اور باوجود حج فرض ہوجانے کے جو لوگ حج ادا نہیں کرتے ہیں، ان کے خاتمہ کے بگڑ جانے کا حدیث میں اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے۔

سید شاہ واصف حسن واعظی
(سجادہ نشین) خانقاہ عالیہ وارثیہ حسینیہ لکھنؤ

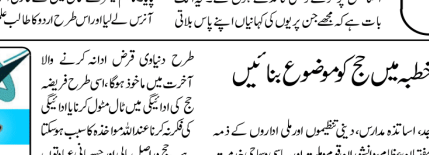

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

ریل کی جنرل بوگیوں میں اضافہ کیا جائے

مکرمی!

ان دنوں موسم گرما کی تعطیل چل رہی ہیں۔ ریلوے اسٹیشنوں پر لوگوں کی زیادہ بھیڑ دیکھی جارہی ہے۔ بھیڑ کے سبب ایکسپلیٹر مشینوں کو بند کردیا گیا ہے۔ ریلوے الیکٹرانک چارٹ پر کون سی ٹرین کس پلیٹ فارم پر آرہی ہے، نہیں بتایا جارہا ہے، جس کی وجہ سے مسافرین کو پہلے پلیٹ فارم پر ہی انتظار کرنا پڑ رہا ہے، پھر ٹرین آنے سے دس منٹ قبل اعلان کیا جارہا ہے کہ فلاں ٹرین فلاں پلیٹ فارم پر آنے والی ہے اور پھر پلیٹ فارم پر پہنچنے کے لیے مسافروں کو زیادہ بھیڑ اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ خصوصاً ضعیف حضرات اور چھوٹے بچوں کو مشکلات پیش آرہی ہیں۔ دوسری جانب ٹرین میں دو ہی جنرل بوگیوں کو لگایا جارہا ہے۔ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے غیر ریزرویشن مسافر ریزرویشن کوچ میں داخل ہوکر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب ریزرویشن کرانے والے مسافر اپنی سیٹ پر آتے ہیں، وہ لوگ اٹھنے تک نہیں بلکہ ان سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ مسافر ریزرویشن کراتے ہیں آرام سے سفر کرنے کے لیے نہ کہ تکلیف اٹھانے کے لیے۔ لہٰذا ساتھ سینٹرل ریلوے کے اعلیٰ عہدیداروں سے اپیل ہے کہ وہ ریزرویشن کوچ میں عام مسافروں کے داخلے پر پابندی لگائیں اور تحت سیکورٹی کے انتظامات کیے جائیں، وہیں عام مسافروں کے لیے جنرل ڈبوں میں اضافہ کیا جائے۔ خواتین کے لیے ٹرین میں علیحدہ ریڈیز کمپارٹمنٹ ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ امید ہے کہ اس جانب ضرور توجہ دی جائے گی۔

سید شمس الدین مغربی۔ حیدرآباد

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

آئینہ

کیوں گزرتا ہے نگاہیں پھیر کر اک ہم نفس
کس لیے اک دشمن جاں ہم نوا ہونے کو ہے
پہلے یہ سوچو کہ آ خر کیا ہے کیا ہم ہوگئے
بعد میں دیکھیں گے کوئی کیا ہے کیا ہونے کو ہے

تہذیب ابرار

سہارا انڈیا ماس کیوں کیشن لمیٹیڈ پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا ماس کیوں کیشن پریس C-2,3,4، نوئیڈا میں چھپوا کر اور 706-705، ساتویں منزل ٹورنگ ہاؤس، 21 کے جی مارگ، نئی دہلی سے شائع کیا۔
Printed &Published by **Zia Qadri**, on behalf of **Sahara India Mass Communication** and Printed at **Sahara India Mass Communication Press**, C-2, 3, 4, Sector-11, Noida and published at **705-706, VIIth Floor, Navrang House, 21 K.G. Marg, New Delhi**
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **Md. Fakhre Imam** (fmam16@gmail.com) *
ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد فخر امام*
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ **Advertisement (National)**: ■ 9891773434, 9899452476 **Email**:adsahara@gmail.com
ٹیلی فون نمبر دہلی دفتر: 23352368, 011-23352369، ٹیلی فون نمبر نوئیڈا آفس: **0120-2444755,2598419**، سرکولیشن: 0120-2598274
www.